رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

جلد ۱ | ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء - مطابق ۱۴ سہ ۱ - جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ بروز سوموار | نمبر ۴۸

مدینۃ المسیح

حضرت مظہر قدرت ثانی۔ خلیفۂ ربانی بخیر وعافیت ہیں۔ آپ نے انجمن ترقی اسلام کیلئے جو اپیل فرمایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سعید روحیں اسکو لبیک کہنے کیلئے پہلے ہی سے تیار تھیں۔ وعدوں کے خطوط متواتر وصول ہو رہے ہیں۔ یہ فصل کا موقعہ ہے امید ہے کہ کندی اثر اصحاب اپنے اپنے علاقوں میں دورے کر کے رقم مطلوبہ پورا کرنے کا بندوبست کرینگے۔ مگر ماہواری چندوں میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئیے۔

مہمان:۔ تعلیم الاسلام کے بعض لڑکے امتحان انٹرنس دیکر یہیں آ گئے ہیں۔ تاکہ قرآن وحدیث سے مستفیض ہوسکیں منجملہ انکے زمان شاہ محمد ابراہیم نذیر محمد خان مطلوب خان یہیں ہیں۔

۲ ہزارہ سے محمد صدیق صاحب مولوی محمود صاحب ہوشیارپور رشید احمد صاحب ۲ کس تلونڈی سے مولوی رحیم بخش۔ لائلپور سے محمد بخش صاحب بنگول سے عبد الغفور صاحب۔ ایرانی سید مقصود علی و سید اسمٰعیل صاحبان جہلم سے غلام حسین صاحب امرتسر سے مولوی فضل حق صاحب احمدی مدرسی مولوی رفیع الدین۔ بارس دبمبئی سے احمد دین صاحب سٹیشن ماسٹر۔ باگھر (ملتان) سے محمد اعظم صاحب ان کے علاوہ بہت سے مہمان آئے۔

لَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ

مجھے یاد ہے کہ ابھی حضرت اقدس خلیفۃ المسیح اوّل ایسے سخت بیمار تھے مگر حالت آپکی دن بدن نازک ہوتی چلی جاتی تھی۔ ایک روز جسکی تاریخ مجھے ٹھیک یاد نہیں ہے۔ اکبر شاہ خان صاحب سے میں نے پہلے ذکر کیا۔ کہ حضرت صاحب کی حالت دن بدن نازک ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ خیر کرے اسی اثناء میں خلافت کا ذکر بھی آگیا۔ اس پر خانصاحب نے کہا۔ کہ فساد کا توڑ رہے۔ کیونکہ میاں صاحب کی خلافت لاہوری صاحبان نہیں مانیں گے۔ اگر خواجہ صاحب کی طرف توجہ کیا تو دوسرے لوگ نہیں مانیں گے۔ ہاں ایک صورت ہے جس سے فساد بھی نہیں ہوتا۔ اور خلافت بھی قایم ہوسکتی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ کونسی۔ اس وقت خانصاحب نے کہا۔ کہ اگر میانصاحب اپنا حوصلہ وسیع کریں۔ تو بات بنجاتی ہے۔ اور وہ مولوی محمد علی صاحب ہیں اگر ان کی بیعت کر لیجائے۔ تو لاہوری بھی مان جاوینگے اور دوسرے بھی مان جاوینگے۔ یہ آپس کی گفتگو تھی۔ مگر حضرۃ صاحب کی زندگی میں بہت دن پہلے۔

الٰہی بخش تعلیم خود ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۴ء

منجملہ بالا شہادۃ سے ناظرین الفضل پر واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ اکبر شاہ خانصاحب کا رجحان طبیعت کس طرف تھا۔ اور یہ کہ خانصاحب اپنے اس قول میں (جو انھوں نے انصار اللہ کی پاک جماعت پر سازش کا الزام لگاتے ہوئے لکھا) کہ "میں اسکو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک خلیفہ ہم میں ابھی زندہ ہیں۔ اسکے موجود ہوتے ہوئے ہم کسی کیلئے کوئی تجویز کریں"۔ میں کہاں تک راستی پر تھے۔ چونکہ الٰہی انتخاب خانصاحب کے اپنے انتخاب کے مطابق نہ نکلا۔ اس لئے اسکا سب سے پہلا نتیجہ جو نکلا وہ یہ تھا کہ آپنے بیعت نہ کی۔ پھر بعض دوستوں نے جو دریافت کیا تو بتایا کہ یک مسئلہ ہے جس کیلئے حضرت مسیح موعود کی کتابیں دیکھ رہا ہوں اور دعاؤں میں لگا ہوں۔ اس کے حل ہونے پر بیعت کرونگا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا۔ کہ میں بیعت کے بعد کسی قسم کی مخالفت یا اختلاف کا خیال اپنے دل میں رکھوں۔ گو حضرت میاں صاحب نے اپنی وسیع القلبی اور فیاضی سے اُس کی اجازت بھی دیدی ہے۔ میں خاص قسم کی بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد الٰہی پروانہ آپکے نام جاری ہوا۔ اور اللہ کا شکر ہے۔ کہ آپنے اُس کی تعمیل بھی کر لی۔ لیکن بیعت سے پہلے آپنے انصار اللہ پر سازش کا الزام لگایا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور حافظ روشن علی صاحب پر الزام لگا انصار اللہ پر الزام لگانا ہے اور انصار اللہ کی جماعت وہ ہے

باہتمام منشی غلام رسول منیجر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر حضرۃ صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پرنٹر و پبلشر و پروپرائیٹر کیلئے شائع ہوا

کہ ایک کھلی چٹھی اس کے نام جب پیغام میں چھپی۔ تو حضرت خلیفہ اوّل رضؓ (جن کی محبت کا خانصاحب موصوف کو دعویٰ ہے) نے اکبر شاہ خاں کو بلا کر فرمایا تھا۔ کہ "ان ...... نے ہمارے نام پیغام صلح میں کھلی چٹھی چھپوائی ہے۔ اس واسطے ہم پسند نہیں کرتے۔ کہ تم ہمارا کوئی مضمون پیغام میں بھیجو"۔ میں نے خانصاحب کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی شہادۃ سے یہ فقرہ نقل کیا ہے۔ ورنہ مجھے خوب یاد ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ ہم سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ تجبر اور ان اور نے کے درمیان جو نقطے ڈالے ہیں اس میں جو لفظ خانصاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا ہے۔ اور جو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا تھا۔ وہ میں نے عمداً نہیں لکھا۔ ہاں خانصاحب کا یہ فقرہ نقل کر دیتا ہوں۔ کہ "شین کی آواز اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے"۔ اب اپنے اس مقتدا بلکہ محبوب کی وصیت پر جو عمل خانصاحب نے کیا۔ وہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے حضورؓ کی زندگی ہی میں آپکی ڈائری کا ایک حصہ (وصیت کے متعلق) پیغام میں چھپوایا۔ اور اسوقت تو نور۔ الحکم یا الفضل کے کسی نادان۔ بھوڑ اور بدتمیز اسسٹنٹ نے اس کے چھاپنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ پھر اس کے بعد انصار اللہ پر حملہ کیا۔ اور وہ بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر۔ اور اس بات کا لحاظ نہ کیا۔ کہ انصار اللہ کے نام کھلی چٹھی کو حضرۃ خلیفہ اول ہمارے نام کھلی چٹھی فرما رہے ہیں۔ پس انصار اللہ پر جو حملہ کرونگا۔ وہ اپنے مقتدا اور محبوب پر حملہ ہو گا۔ خیر اس وقت سمجھا گیا۔ کہ غلطی ہو گئی۔ اور بیعت سے پہلے کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادت پر کچھ نہ لکھا گیا۔ بلکہ حریف کو اور طریق پر جواب دیا گیا۔ لیکن خانصاحب نے ایک امر باطل کی حمایت کی۔ اور ہم نے اسے بھی ایک فوری جوش کا نتیجہ قرار دیا۔ اور انہیں نصیحت کی۔ کہ جوش کو کم کرو۔ اور اپنے نفس کی اصلاح اور تلافی مافات میں لگ جاؤ۔ مگر وہ فرماتے لگے۔ "مجھے سمجھاتے ہو۔ تکبر۔ خود پسندی ہمیشہ انسان کی ٹھوکر کے موجبات ہیں" ہے۔ پھر پیغام میں مضمون چھپ دیا۔ اور اپنے الزام کو جو انصار اللہ پر دیا تھا۔ اپنی طرف سے پختہ کیا۔ (جس کی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کافی تردید کر چکے ہیں) ایک اور مضمون نکلا جس میں وہ ایک شخص کی مدح میں غلو کرتے کرتے اپنے مرسے کے دوسرے استادوں کو منافق ٹھہراتے ہیں۔ اور خود بڑے شجاع بنے ہیں۔ کہ دیکھو میں اپنے افسر کا مقابلہ کر کے اپنی احسانمندی کا ثبوت دیتا رہا۔ اور آج اس کی ایسی تعریف کرتا ہوں۔ جس میں مسیح موعود و خلیفۃ المسیح کی قوت قدسیہ کی بھی ہتک لازم آئے۔ تو کچھ پرواہ نہیں۔ پھر لکھا۔ کہ الفضل کا طریق انتخاب اور ادائے بیان پیغام جیسا ہے یعنی بہت گندہ۔ حالانکہ لکھنے والا خوب جانتا تھا۔ کہ الفضل کا پروپرائیٹر۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر و پبلشر کون ہے۔ اور اس کو معلوم ہونا چاہئیے تھا۔ اور میرے خیال میں معلوم ہے۔ کہ اس اعتراض کی زد کس پر پڑتی ہے۔ اور کون اخلاقی و قانونی طور پر الفضل کی تحریروں کا نگران ہے۔ چونکہ یہ ناواجب حملہ ایک مقدس و ستودہ صفات انسان پر تھا۔ اس لئے اللہ نے ایک دو دن ہی میں خانصاحب کو بتا دیا۔ کہ تم اپنے اس دعویٰ میں کہ میں جنگی مضامین کو نہایت مہذب و سنجیدہ عبارت میں ادا کر سکتا ہوں۔ کہاں تک سچے ہو۔ آپ نے چوتھی کارروائی یہ فرمائی۔ کہ الفضل میں ایک دو خلیفہ شہادتیں جو چھپی تھیں۔ (جن میں صرف یہ مضمون تھا۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل نذر کا روپیہ انجمن کو واپس نہیں دیتے تھے) ان کے لکھنے والوں کے کیرکٹر کو جانتے ہوئے ان کو خفیہ عمل قرار دیا۔ اور اس طرح پر اپنے پیر و مرشد اپنے آقا و مطاع کو جھوٹی شہادتوں کا شائع کرنے والا بتایا۔ اور پھر قادیان کے تمام احباب کو بے ایمان قرار دیا۔ کہ وہ شہادت حقہ ادا کرنے سے رکتے ہیں۔ اس لئے کنوئیں کی چرخی اور مینارہ کی سلوں کو گواہی میں پیش کیا۔ در گذر و چشم پوشی کی حد ہو گئی۔ اور میری آنکھوں نے تو کوئی ایسا منظر ابھی تک نہیں دیکھا۔ کہ باوجود مقتدیوں کی ناپسندی اور ان ناقابل برداشت الزاموں کے پھر بھی امیر و مطاع نے انہیں عہدۂ امامت صلوۃ پر رہنے دیا ہو۔ خانصاحب کو خود خیال فرمانا چاہئیے۔ کہ اگر وہ حضرت خلیفہ اوّل کے وقت اس قسم کا خیال کسی دوست کے پاس بھی ظاہر کرتے۔ تو کسقدر ٹھیک بنائے جاتے۔ خیر اللہ نے ان کے دعویٰ کو توڑنا تھا۔ اسسٹنٹ کا بہانہ رکھ کر الفضل اور صاحب الفضل کو جو کچھ فرمایا۔ وہ پیغام سے ظاہر ہے۔ میں نے شمار کیا۔ میرے نزدیک پندرہ گالیاں دی ہیں۔ سبحان اللہ یہ سنجیدہ اور مہذب عبارت ہے۔ جس پر ناز کر کے ایک صاحب الفضل پر معترض ہیں۔ حالانکہ الفضل کا دعویٰ ہے۔ کہ اس ناگوار اختلاف کے دوران میں سوائے دو مثالوں کے دکھاکی بھی ایک معقول وجہ ہے۔ اس نے اس قدر احتیاط کی ہے۔ کہ یقیناً اس سے بڑھ کر ان ناگوار حالات کی موجودگی میں کوئی نہیں کر سکتا۔ الا ماشاء اللہ۔

خیر اصل مسئلہ پر حضرت امیر المسلمین نے خود تقریر فرمائی۔ اور اینٹوں سے لیکر انسانوں تک نے آپ کی تائید میں شہادۃ دی جسے ایک ناواقف انسان خلیفہ اوّل رضؓ کی ہتک قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار ان اجری الا علی اللہ فرمانے کے باوجود بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے نذر قبول کرنے اور اس کے اپنی ذات اور اپنے ازواج پر خرچ کرنے کی نسبت حدیثیں آتی ہیں۔ اور مجلسوں میں یہ باتیں بلند آواز سے بیان کی جاتی ہیں۔ مگر اس میں رسول اللہ کی ہتک نہیں سمجھی جاتی۔ تو کیا کسی امر حق کو واضح کرنے کیلئے اس کے غلام کے ایک غلام کے بارے میں ایسا ذکر ہتک ہو سکتا ہے؟ اور کیا ہمیں کسی میں ایسا امتیاز قائم کرنے پر زور دینا چاہئیے۔ جو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ہو۔ اور پھر جب خلیفۃ المسیح کا اپنا بیان ہے کہ میں نذر کے روپے کو اپنی ذات پر خرچ کر لیتا ہوں۔ تو پھر ان کے اس قول کو جھٹلانا کوئی دانشمندی ہے۔ اور یہ سب باتیں اس لئے ہوئیں۔ تاکہ پبلک پر واضح ہو۔ کہ خلیفہ اوّل انجمن کو نذر لینے کا مستحق نہیں سمجھتے تھے اور بس! حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ طرز نہیں۔ کہ وہ اپنے بارے میں کچھ پبلک میں کہیں۔ جو لوگ ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہیں۔ جن کے سامنے یا جن کی معرفت معاملات طے ہوتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نذر کا روپیہ اشاعت اسلام اور دیگر کارہائے خیر میں بالضرور خرچ کر دیتے ہیں۔ اور ان کے دل میں ہرگز ہرگز خواہش نہیں کہ وہ ایسا روپیہ اپنے مصارف میں لائیں۔ بے خبروں کو کیا علم۔ کہ وہ تو کئی سو روپیہ اپنی گرہ سے دے چکے ہیں۔ اور میں جس طرح اپنے وجود پر یقین رکھتا ہوں۔ اسی یقین کے ساتھ یہ شہادت دیتا ہوں۔ کہ آپ کے قلب کے کسی گوشہ میں دنیا کے مال کو اپنے تصرف میں لانے یا اپنی عظمت دلوں میں بٹھانے یا سلام لینے اور تعظیم کرانے کی خواہش نہیں۔.........

.... میں نے بارہا آزمایا ہے۔ یہ سب باتیں سچ ہیں الزام لگانیوالے الزام لگاتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے ؎

جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پارو نمیں ہوں

ہمارے دوست ایک بات کے متعلق خود پہلے تجویزیں کرتے ہیں۔ پھر موقعہ کے منتظر رہتے ہیں۔ اور بعد میں ایک حیلہ گھڑ لیتے ہیں۔ ہم بیعت کرنے سے پہلے خانصاحب کا یہ ارادہ سن رہے ہیں۔ کہ وہ یہاں سے جانے والے ہیں۔ ان کا ارادہ کسی اخبار کے دفتر میں کام کرنیکا ہے! ادھر لاہور میں انکیلئے رستا ہے۔ کہ مبلغین کی مد سے معقول تنخواہ دینے کی تجویز ہے ادھر وہ چھٹی کی درخواست دے چکے ہیں۔ اب دیکھئے آئندہ کیا ہوتا ہے یہ حالات ضروری سمجھ کر عرض کئے گئے۔ مولوی محمد علی صاحب بیشک متقدمین سے ہیں۔ کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے مرشدزادہ کو مسلمانوں کو کافر کہنیوالا یعنی کافر اور تقویٰ کی راہ سے دور یعنی فاسق کہا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی کہا پوپ اور وابستگان دامن خلافت کو جاٹ گنوار بے سمجھ یعنی سفہاء و اراذل فرمایا۔ اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب و مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بھی کمی نہیں فرمائی۔

ع۲ے ذیل غور ہے۔ کہ جو خلیفہ اول کے نام کہ خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اس پر نازل ہوں۔" بالالتزام لکھتا ہو۔ وہ اس کی ہتک کا مرتکب ہو سکتا ہے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل ف۔ض ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۴ء

نوجوان مسلمان اور اجنبی حکومتیں

اگر کوئی قوم اپنے شاندار ماضی پر فخر، اپنی درخشندہ تاریخ پر ناز اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت پر حسرت یا گری ہوئی حالت پر افسوس کرنے کی زیادہ مستحق قرار دی جا سکتی ہے۔ تو وہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی نام لیوا مسلمانوں کی قوم ہے۔

ایک وقت تھا۔ کہ ہلال کا پُر رعب علم اور پرچم دیوار چین کے برجوں ہمالہ کی چوٹیوں اور کوہ پیرینیز کی بلندیوں پر اڑ رہا تھا۔ اور بحر ظلمات کی لہریں دجلہ کا پانی گنگا کا متبرک جل بہادر اور پاکباز مسلم کے پاؤں چھونے سے تقدس و تطہر کا مرتبہ اختیار کرتا تھا۔ ہاں وہ وقت تھا جس کی یادگار بغداد اور کوردووا کے کھنڈرات غرناطہ کا قصر الحمرا اور پریاگ کا اسلامی نام آج بھی موجود ہیں۔ یہ ایک وقت تھا جس کے واقعات تاریخ کے صفحات پر روشن سیاہی سے لکھے ہوئے اور جسکے نقوش زمانہ کی سنگلاخ چٹان پر گہرے کندہ کئے ہوئے ابتک موجود ہیں۔

یہ ایک وقت تھا جس کی یاد سرکار علم کے دربار میں نیاز یافتہ نوجوان مسلم کے قلب میں امنگیں اور جذبات پیدا کرتی اور اسے اپنا شاندار ماضی یاد دلا کر ایک طرف فخر و ناز کے سامان مہیا کرتی اور دوسری طرف اسلامی ممالک کے موجودہ سیاسی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ ذہنی۔ مذہبی تنزل کا گذشتہ عظمت و سطوت سے مقابلہ کرا کے اُسے آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے۔ اپنی گری ہوئی حالت کا احساس۔ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کے حصول کی کوشش کوئی معیوب بات نہیں۔ اعلے امیدیں رکھنا۔ اپنے مقاصد کو شریفانہ طور پر حاصل کرنے میں ساعی ہونا ایک مستحسن امر اور نیکی کا کام ہے۔ لیکن مرض کی تشخیص سے پہلے اُس کا علاج شروع کرنا حماقت ہے۔ بعد تشخیص کرنے کے بعد اصل علاج کو چھوڑ کر خود مرض کے علاج کی طرف متوجہ کرنیوالے محسن کے منہ آنا ایک خوفناک جرم بلکہ بغاوت ہے۔

اگر یہ سچ ہے۔ کہ یوروپ کی بعض مسیحی سلطنتوں نے اسلامی ممالک کو آہستہ آہستہ ہڑپ کر لیا ہے اور جو باقی ہیں۔ اُن کے درپے تخریب ہیں۔ تو پھر یہ بھی سچ ہے۔ کہ انہی سلطنتوں کے طفیل ہمارے زمانہ کا نوجوان مسلمان اور اس کا احساس پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ ان لوگوں کا احسان ہے کہ غافلوں کو خبردار اور سوتوں کو بیدار کر دیا۔

کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ ہندوستان کا "زمیندار" و "الہلال" مصر کا "المؤید" و "الشعب" قسطنطنیہ کا "طنین" و "جون ترک" ٹیونس کا "الزہرہ" اور شام کا "فتی العرب" کسی بیرونی اثر یا اثرات کے نتائج ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو پھر کیا اسلام نے محسن کشی جائز رکھی ہے۔ اور کیا دوست و دشمن میں تمیز کرنے اور بغاوت کی راہوں سے بچنے کا ارشاد باری نہیں کیا اپنی اصلاح کرنے اپنے نفس کو ملامت کا ہدف بنانے اور درگاہ مالک الملک میں فلاح یافتہ ہونے کی دعا مانگتے رہنا بوڑھے یا نوجوان مسلمان کا فرض نہیں؟ ہاں پھر کیا ان سب سے بڑھ کر کلام پاک کا یہ ارشاد تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء یعنی جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فعل پر معترض ہونیوالوں کو اپنے نفوس میں تغیر پیدا کرنے اور توبہ کر کے سچے مسلمان بن جانے کی ہدایت نہیں فرماتا؟

اگر یہ سب کچھ ہے اور یقیناً صحیح ہے۔ تو میں کہتا اور زور سے کہتا ہوں۔ کہ اے نوجوان مسلم کے خود ایجاد کردہ لقب سے ملقب ہونیوالے سن! اور کان دھر کر سن! دیکھ! اور آنکھ کھول کر دیکھ! سوچ! اور متوجہ ہو کر سوچ! کہ جو میں کہتا ہوں۔ اُس میں تیرے مقصد کے حصول کی بہترین کلید ہے۔ جن اجنبی حکومت کے ماتحت تیرے خدا نے تجھے رکھا ہے۔ تجھے مسلمان کہلانے کا دعوی ہے تو اُس کے قوانین کا احترام کر۔ اور اگر اس کے قانون نے تجھے نکتہ چینی کی اجازت دی ہے۔ تو تیرا فرض ہے کہ اس اجازت کو شوخی سے تبدیل نہ کرے۔ اگر تو "زمیندار" ہے۔ اور کوئی نیک ملاّ نشنی تیری سابقہ سزاؤں کو سخت تصور کر کے تجھے متنبہ کرتا ہے۔ اور تبدیل روش کا مشورہ دیتا ہے۔ تو تیری برخورداری اسی میں ہے کہ تو اس مفید مشورہ سے فائدہ اٹھائے۔ اور کسی کو ناہ اندیش "رفیق" کے "پیغام" پر کان دھر کر اپنی ہستی کا اپنے ہاتھوں خاتمہ نہ کرے۔

اگر تو "وطن" ہے۔ تو تیرے لئے یہ ضرورت نہیں۔ کہ اسلامک فرنٹیٹی کے نادان بکت اللہ کیطرح اشاعت اسلام کی جگہ حکومت برطانیہ کی عیب شماری شروع کر دے۔ اور نہ صرف اپنے پرچہ کا ہند میں داخلہ بند کرا دے۔ بلکہ اپنی محمدوالیہ بھوپال کی ناراضگی کا بھی موجب ہو۔ ہر شخص جس کے کندھے پر سر اور سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو اس کا فرض ہے۔ کہ دوست و دشمن میں تمیز کرے۔ اور اعتراض کرتے وقت خود سری سے حقیقت کو فراموش نہ کرے ورنہ وہ قومی مفاد کے نقصانات کا ذمہ وار خود کشی کے گناہ کا مرتکب احسان فراموشی کے جرم کی سزا کا مستوجب ہو گا۔ ہندوستان کے نوجوان مسلمانو!

کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو۔ کہ تمہاری موجودہ آزادی آزاد خیالی سیاسی زبان درازی گورنمنٹ کے احکام پر نکتہ چینی بلکہ خود تمہاری پولیٹیکل واقفیت اور اہمیت گورنمنٹ انگلشیہ کے برکات میں سے ایک نہیں؟ کیا کابل کے گرد و ایٹ تبدیدی جاہ سیاہ کے بد قسمت باشندے اس بات کا زندہ ثبوت نہیں۔ کہ تمہاری دولت خداداد افغانستان میں تمہارے ہم خیال بود و باش نہیں رکھ سکتے؟ کیا مصری شجاع عزیز بے اور پیرس کے جلا وطن شہزادہ صباح اور شریف پاشا کا وجود اس بات پر دال نہیں؟ کہ تمہارے منہ بولے خلیفۃ المسلمین کی حکومت میں آزاد نکتہ چینی تو درکنار تھوڑا سا سیاسی اختلاف رکھنے والوں کی زندگیاں بھی خطرہ میں رہتی ہیں۔ ہمارے حریت پسند بھائیو! یہ تو ہے اسلامی ممالک کا حال۔ جو تمہارے اپنے کہلاتے ہیں۔ اب اجانب کی حکومتوں کو لے لو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جرمنی مقبوضات میں مسلمان عرب یوروپین کیساتھ ریل میں سفر نہیں کر سکتا۔ اس پر اعلیٰ ملازمت کا دروازہ بند۔ اُس کو عالیشان عمارت بنانے کی ممانعت اس کے لئے حصول عزت کے دلچسپ ذرائع کی فراہمی مسدود۔ اُسکی تعلیمی ترقی کا انتظام مفقود غرض ہر طرح اُس کی گردن پر جرمن غلامی کا جوا رکھا ہوا ہے۔ اُسکے مذہب پر مسیحی مبشر کو حملہ کرنے کی اجازت ہے لیکن اس کا مقابلہ ناجائز اور یہ سب کچھ اُس قیصر کی سلطنت میں ہے جس کو اسلام کا ہمدرد سمجھا جاتا ہے۔ اور ایرانی معاملات میں قسطنطنیہ سے بذریعہ تار انگریزوں کے خلاف اُس کی اعانت و استعانت کی درخواست کی گئی تھی۔

پھر حریت کی حمایت کا سب سے بڑھ کر دعوی کرنے والی جمہوریت فرانس کو لے لو۔ اور وہاں کے نوجوان مسلمانوں کے حالات کا مشاہدہ کر لو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس جمہوریت نے نہ صرف گذشتہ جنگ طرابلس و بلقان میں اپنی رعایا کو ترکوں سے ہمدردی کا اظہار کرنے سے روکا تھا۔ بلکہ اُس کی خواہش ہے کہ مسلمان ترقی نہ کریں۔ چنانچہ ایک الجیرین نوجوان مسلم شاکی ہے کہ ہمیں ہندوستانی مسلمانوں کی طرح تعلیمی سہولتیں بہم نہیں پہنچائی جاتیں۔ فرانسیسی اور اطالوی آبادکار جو آبادی کا ⅙ حصہ ہو گئے ہیں اور ہماری نسبت ٹیکس بھی کم دیتے ہیں۔ ہماری ترقی کو نہیں دیکھ سکتے۔ حکومت آبادی کے جاہل حصہ کا ساتھ دیتی اور انکو قوم پرستوں کے خلاف ابھار کر مسلمانوں کی ترقی کے راہ میں حارج ہوتی ہے اس جمہوریت کی نسبت ایک مطلق العنان حکومت کے ماتحت ہماری حالت بہتر ہو سکتی تھی" پھر اس حکومت نے سینیگال وغیرہ علاقوں میں دینیات کے مکاتب تو بکثرت کھول دئے ہیں لیکن مغربی تعلیم کے رواج کو عمداً روک رکھا ہے۔ اسکے علاوہ روس بلگیریا اور یونان اور چین کی حکومتیں بھی مسلمانوں کی خیرخواہ ہیں اور انکے کارنامے دنیا کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں۔ پس جب تجربہ اور مشاہدہ یہ بتلا گیا کہ شاہ جارج کی سلطنت سایہ یزدان ہے تو ہم کیوں نہ کہیں۔ کہ [illegible]

ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

تصدیق المسیح

صداقت اسلام پر ایک تازہ بین دلیل

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

ہر قسم کی ستائش اور تعریف اور خوبی اللہ تعالےٰ کیلئے سزاوار ہے۔ جو تمام جہانوں کی پرورش اور تربیت کے سامان ہر زمانے میں بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ رب العالمین کا لفظ قابل غور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عالم جسمانیات کی تربیت کے اسباب مہیا کرتا ہے اور یہ ایسی بدیہی بات ہے۔ کہ اس کے اثبات کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس عارضی قیام کیلئے جو دنیا میں گذارنا پڑتا ہے۔ کیسے خدا تعالیٰ مختلف اجسام کی پرورش کے سامانوں سے مالامال کرتا رہتا ہے۔ بلکہ موجودہ زمانے کی ایجادات اور مخترعات مختلفہ نے دنیاوی آسائشوں اور آراموں کی حد کر دی ہے۔ واٰتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوہا ان الانسان لظلوم کفار۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سامان تم کو عطا کیا ہے۔ جو کہ زبان حال تمہاری فطرتیں مانگتی تھیں۔ اور اگر تم الٰہی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو۔ تو تم کبھی بھی نہیں گن سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔

رُوح کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سامان اور غذا بہم پہنچاتا ہے!!

اللہ تعالےٰ کو ہم نے رب العالمین مانا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ وہ جسطرح عالم اجسام کیلئے غذا اور خوراک کے ذرائع اور وسائل بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ وہ ارواح کیلئے بھی غذا بہم پہنچائے۔ مذاہب عالم میں سے اس زرین اصل کو صرف اسلام نے پہچانا ہے۔ کیونکہ صرف اسلام ہی زندہ مذہب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔ باقی مذاہب صرف قشر ہیں انمیں کوئی روح نہیں۔ اسلام نے روحانی غذا کیلئے بہت سے اسباب مقرر کئے ہیں منجملہ انکے صداقت اسلام کیلئے رسول کریمؐ کی پیشگوئیاں ہیں جنمیں آپنے قیامت تک بلکہ اسکے مابعد کے حالات کی بھی خبر دی ہے اور جب وہ پیشگوئیاں اس زمانے میں پوری ہوتی ہیں۔ تو وہ مومنین کی ارواح کو فرحت بخشتی ہیں۔ اور انکے ایمان کو از سر نو تازہ کرتی ہیں۔ جیسا کہ آجکل ایجادات اور اختراعات جسمانی کی کثرت ہے۔ اسیطرح رسول کریمؐ کی پیشگوئیاں بکثرت اس زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں۔

اس زمانہ کے روحانی اڈیسن حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور قرب الٰہی کے بکثرت سامان معلوم ہوئے۔ اور معرفت الٰہی کے خزائن دنیا کے آگے کھولے گئے۔ دنیا میں ایک نبی آیا۔ مگر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کی وساطت سے حضرت سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیشمار پیشگوئیاں ظہور پذیر ہوئیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹے کیمتعلق

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی حجت لوگوں پر پوری ہو چکی ہے۔ احادیث کا مجموعہ مدتوں پہلے جمع ہو چکا ہے۔ اور آپکی جو باتیں آجکل پوری ہو رہی ہیں۔ انکا وقوع میں آنا کافی اور وافی ثبوت ہے کہ وہ نور نبوت سے نکلی تھیں۔ ورنہ انسان کی کیا بساط ہے۔ کہ وہ سینکڑوں برسوں کے حالات پہلے ہی بتا دے کہ انسانی طاقت سے بالکل باہر ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نکاح کرینگے اور انکا بیٹا ہوگا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب کوئی پیشگوئی کسی کے کیمتعلق کیجاتی ہے اس میں اسکی عظمت تفخیم کا اظہار ہوتا ہے۔ ورنہ لوگ عموماً نکاح کرتے ہیں۔ اور انکے بیٹے بھی ہوتے رہتے ہیں۔

یَتَزَوَّجُ وَیُولَدُ لَہٗ

آپ کے قول دربارۂ مسیح موعود "یَتَزَوَّجُ وَیُولَدُ لَہٗ" کے پھر کیا معنے ہوئے۔ اسکے صاف یہ معنے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نکاح کرنا اور آپکا بیٹا ہونا اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے نشان ہونگے تاکہ دنیا کے لوگوں پر صداقت اسلام کی ایک تازہ اور قطعی دلیل ثابت ہو جاوے۔ الہام الٰہی کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق آپکے بیٹے پیدا ہوئے۔ انکے نام اور ان کے کمالات بذریعہ وحی الٰہی آپکو پہلے ہی سے بتا دئے گئے۔ اور آپ نے بذریعہ اشتہارات رسالجات اور کتابوں کے جہان کے اطراف میں شائع کر دیا۔ وہ مسیح موعود جسکا دنیا انتظار کرتی تھی۔ اور اس امت کے اولیاء اسکی زیارت کیلئے بڑے خواہشمند تھے۔ محض اللہ کے فضل سے وہ ہمارے اس زمانہ میں ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ہم نے اسکو پہچانا اور اسکو مانا۔ بد قسمت ہیں وہ جنھوں نے اسکے ماننے میں تامل کیا۔ اور اس کی قدر نہ کی۔ وہ اپنا کام کر کے چلا گیا۔ اور اسکے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑی قوت اور طاقت سے اپنے عہد حکومت اور خلافت کو پورا کیا۔ اور اُس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو کہ یولد لہ کی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بیٹا ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس موعود لڑکے کیلئے الہام ہوا تھا کہ وہ "فضل عمر" ہوگا۔ اور خدا کی عجیب شان ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی تھے۔ اور اب ولد مسیح علیہ السلام بھی خلیفہ ثانی ہوئے ہیں۔ اسلامیوں کے لئے کتنی خوشی کی بات ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی منصہ ظہور میں آئی۔ وہ لوگ کیسے غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جو اس کو انسانی انتخاب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خلیفہ اول سے انہوں نے بارہا سنا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انجمن نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا۔ اور نہ ہی میں اسکو اسکا اہل سمجھتا ہوں اور میں انجمن کے خلیفہ بنانے پر تھوکتا بھی نہیں۔

حالانکہ انجمن کے چند ممبروں نے آپ کے سامنے خلیفہ بننے کیلئے پیش کیا تھا۔ پھر بھی یہ لوگ گستاخی اور شوخی کو نہیں چھوڑتے۔ اور کہے جاتے ہیں۔ کہ آپ کو لوگوں نے چنا۔ خدائی انتخاب نہیں ہے افسوس خلافت کو سرے سے ہی اڑاتے ہیں۔ اور آیت استخلاف کو بالکل متروک رہے ہیں۔ جن کے ماتحت ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ نے خلفاء اربعہ کی خلافت ثابت کی۔ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب انسانی تھا یا خدائی۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ خدا تھے جبکہ دو کے انتخاب سے تمام قوم کا انتخاب سمجھا گیا۔ بلکہ خدائی انتخاب قرار پایا۔ تو کیا دو ہزار کا انتخاب خدائی نہیں۔ اگر یہ خدائی انتخاب نہیں ہے بلکہ خدا کچھ اور چاہتا تھا۔ تو کیا اسوقت انسانوں نے خدا کو شکست دیدی۔ نعوذ باللّٰہ من ہذہ المغالطات

حضرت مسیح موعود کے الہام کے موافق آپکے فرزند ارجمند حضرت "فضل عمر" خلیفہ ثانی امیر المومنین ہیں اور خدا نے اُن کو خلیفہ بنایا۔ کسی کی طاقت نہیں ہے۔ کہ اُس کو تخت خلافت سے اتار سکے۔ آیت استخلاف میں تمام صیغے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں۔ اس میں انسانوں کا دخل رکھا ہی نہیں۔ اسلام کی صداقت کیلئے ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس سے فائدہ اٹھائیں۔ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی بھی آج پوری ہوئی۔ جو کہ حضرۃ مسیح موعودؑ کے بعد آپکے بیٹے کے متعلق تھی اور وہ یہ ہے:۔

> چوں شود دور او تمام بکمال
> پسرش یادگار مے بینم

حضرت صاحبزادہ اولو العزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ۲۸ - سورہ تحریم بقیہ رکوع اوّل

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

میں اُم ابراہیم سے آیندہ تعلق نہیں رکھونگا - یہ تو آپ تب فرماتے کہ گناہ ہوتا اور پوشیدہ ہوتا جبکہ بات ظاہر تھی - اور لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا تو آپکے چھپانے کی کیا غرض تھی بس اس روایت کے لفظ ہی اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہو سکتی ٭

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کو راضی نہ کرنے کی وجہ سے جو کسی حلال کو حرام کر دو اگر راضی ہونا چاہتے ہیں - لڑائیاں بھڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے - تم کو اللہ ان کے بد نتائج سے بچا سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا - کہ ان کے خوش کرنے کے لئے تم ایک چیز کو چھوڑ دو ٭

قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ اللہ تعالیٰ قسموں کے متعلق حکم دے چکا ہے اس کے مطابق انسان کفارہ دے کر ایسی قسم کو توڑ دے جس میں کوئی حلال چیز حرام ہوتی ہو - خدا تعالیٰ تو تمہارا دوست ہے وہ تمہیں تباہی سے بچانا چاہتا ہے ٭

وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ اور اللہ تعالیٰ علیم ہے یعنی جانتا ہے حکیم ہے اس کی سب باتیں حکمت والی ہیں پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے احکام دے جو نامناسب ہوں وہ تو علم کے ماتحت نہایت پکے احکام نازل فرماتا ہے ٭

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کسی بیوی سے پوشیدہ بیان کی - اس نے آگے بیان کر دی - اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کو بتا دیا - آپ نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا فرمایا کہ مجھے اللہ علیم و خبیر نے بتایا ہے - اور کون بتلانے والا ہے ٭

بہت لوگ راز نہیں رکھ سکتے - راز ایک امانت ہوتی ہے جو شخص راز کو ظاہر کرتا ہے وہ خائن ہوتا ہے - کیونکہ ایک شخص کسی کو امین سمجھ کر اپنی راز کی بات بتاتا ہے لیکن اگر وہ کسی اور سے بیان کر دے تو اس شخص کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے ٭

عورت و مرد کے تعلقات تو بہت گہرے ہوتے ہیں ہر وقت کا تعلق ہوتا ہے - اگر وہ ایک دوسرے کے راز افشا کریں تو کام چل ہی نہیں سکتا - اِسلئے نصیحت فرمائی - کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے - گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے مگر حکم عام ہے - سب خاوندوں اور بیویوں کو نصیحت کی ہے بلکہ اس سے ترقی کر کے دوست اور بھائی بھی اس حکم کے ماتحت آجاتے ہیں کہ جب ان کو کوئی راز کی بات بتائی جاوے تو اس کا کسی کے آگے اظہار نہ کیا کریں ورنہ دنیا میں خطرناک فساد پھوٹ پڑے گا ٭

لیکن ہر ایک بات میں افراط و تفریط کو مدنظر رکھنا چاہیئے اگر کسی کو کوئی یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کو قتل کرونگا - تو گو یہ راز ہے لیکن اس کو چھپانا نہیں چاہیئے کیونکہ اس کے چھپانے سے نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن جس راز کے چھپانے سے نقصان نہ ہو اس کو ہرگز ظاہر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اگر کسی امین کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کو خرچ کرتا پھرے - اسی طرح جبکہ راز ایک امانت ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کو پھیلاتا پھرے - اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ سے لے کر ایک علیحدہ معاملہ ہے اس کا پہلے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں - خدا تعالیٰ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کیا بات تھی - اس میں بھی ایک لطیفہ ہے - اور وہ یہ کہ چونکہ راز داری کرنے کی تعلیم تھی اِسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی راز داری کی اور صرف اتنا فرما دیا کہ کوئی بات تھی - اب لوگ اِس بات کی بھی تلاش کرتے ہیں مگر جب خداوند تعالیٰ نے نہیں بتائی تو وہ کس طرح دریافت کر سکتے ہیں ٭

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم دونو یعنی وہ جس نے یہ بات بیان کی - اور وہ جس نے یہ بات سنی توبہ کر لو تو بہت اچھا ہے اور تمہارے دل تو پہلے سے ہی اس طرف مائل ہیں لیکن اگر بلند ہو گی اور ہمارے رسُول کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی - تو اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا - نبی کو کسی بی بی کی پرواہ نہیں - اللہ اُس کا مددگار ہے - جبرائیل اس کا مددگار ہے - نیک بندے اس کے مددگار ہیں اور فرشتے اس کے مددگار ہیں ٭

یہاں خداوند تعالیٰ نے جبرائیل کی مدد الگ بیان فرمائی ہے - اور فرشتوں کی الگ اسمیں حکمت ہے - یہ اصل میں چار مددیں الگ الگ ہیں (۱) اللہ کی مدد وہ ظاہر ہی ہے (۲) جبرائیل کی مدد اس کی مدد یہ ہے کہ یہ اس وقت خوشخبری لاتا ہے جبکہ انسان تکلیف میں ہوتا ہے جب خداوند کی طرف سے خوشخبری آجاوے کہ یہ تکلیف دُور ہو جائے گی تو کتنی بڑی مدد ہوتی ہے (۳) مومنوں کی مدد - انکی مدد جنگوں اور لڑائیوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی - (۴) ملائکہ کی مدد - ان کی مدد یہ تھی کہ لڑائیوں میں مومنوں کے دلوں کو تقویت دیتے اور حوصلے بندھاتے تھے - اور دوسروں کے دلوں پر رعب ڈال دیتے تھے ٭

عَسٰی رَبُّہٗٓ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا ۝ قریب ہے کہ اگر وہ تم کو طلاق دے تو اللہ تم سے اچھی بیویاں عطا کر دے جو کہ ایمان والی فرمانبرداری کرنے والی - توبہ کرنے والی عبادت کرنے والی روزے رکھنے والی بیوائیں اور کنواریاں ہونگی ٭

سٰٓئِحٰتٍ - سائح کے معنے ہوتے ہیں پڑا رہے پانی کی نسبت استعمال ہوتا ہے اسجگہ اس کے کئی معنے ہیں (۱) ہجرت کرنے والیاں جو اپنے وطن چھوڑ کر آگئیں گویا ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ گئیں اسلئے مہاجرات کو سٰٓئِحٰت فرمایا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیویاں مہاجرات تھیں (۲) جنگل میں عبادت کے لئے چلے جانے کو بھی سیحان کہتے ہیں اسلئے سٰٓئِحٰت کے معنے عبادت کرنے والیاں (۳) روزہ دار کے بھی معنے ہیں کیونکہ مسافر کے پاس زاد کم ہوتا ہے اِسلئے

روزہ دار کو بھی سائح کہتے ہیں کیونکہ وہ فاقہ کش ہوتا ہے ؂

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

مومنو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ اپنی جانوں اور اپنے گھروں کی اصلاح کرو۔ اور اپنے آپ کو بھی اور اپنے اہل کو بھی اس آگ سے جس میں آدمی اور پتھر ڈالے جائینگے۔ بچاؤ۔ اس آگ پر ملائکہ مقرر ہیں جو ایسے نہیں ہیں۔ کہ لوگوں کی آہ وزاری سُنکر پسیج جائیں بلکہ وہ پوری طرح نگرانی کرنیوالے ہیں اور ان کو جو کچھ اللہ کہے گا۔ اس کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کرینگے۔ اور وہی کرینگے جو اُن کو اللہ تعالیٰ حکم دیگا ؂

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح حکم دے اُسی طرح کرنا چاہیئے جو شخص ایسا کرے گا وہ مِلک بن جائیگا ؂

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جن لوگوں نے انکار کیا ہوگا انکو کہا جائے گا۔ کہ اب تمہارا کوئی عذر نہیں سُنا جائے گا ؂

بیمار کا عذر بیماری میں نہیں سُنا جاتا۔ اس وقت تو اسکو کڑوی دوائی پلا ہی جاتی ہے اور علاج کرکے ہی چھوڑا جاتا ہے پس تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ ضرور دیا جائیگا ؂

دُعائے امیر المؤمنین خدا مجھ کو اور آپ سب کو ملائکہ صفت بنائے۔ آمین ؂

رکوع دوم

۲۷۔ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ۔ کفر کی سزا جب ایسی سخت ہے جو کہ پچھلے رکوع میں بیان کی گئی ہے تو ہر ایک شخص اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ ہم اب کیا کریں ہم تو کفر کر چکے۔ پس پچھلے گناہوں کی سزا سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس کے متعلق مختلف مذہبوں نے مختلف صورتیں بتائی ہیں۔ لیکن اسلام نے اس کا یہ طریق بتایا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ کہ اگر تم پچھلے گناہوں کی سزاؤں سے بچنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے۔ کہ تم اللہ کی طرف جھک جاؤ ؂

تَوْبَةً نَّصُوحًا۔ صحابہ نے اس کے معنے خالص توبہ کے کئے ہیں ایک توبہ ایسی ہوتی ہے کہ توبہ کرنے والے کو شک ہوتا ہے کہ شاید میں یہ گناہ نہ چھوڑ سکوں دوسرے ایک انسان بدکاری کرتا تھا۔ پھر وہ ایسی بیماری میں مُبتلا ہو جائے جس سے اس کے قوٰی ہی مارے گئے ہوں تو پھر وہ توبہ کرے یہ مجبوری کی توبہ ہے۔ توبہ دراصل وہی ہے جو باوجود طاقت رکھنے کے کی جاوے ؂

ایسی توبہ کرو جس کو پھر نہ توڑو۔ حدیث میں اس کے یہی معنے آئے ہیں کہ انسان ایسی توبہ کرے کہ اس کے بعد دوبارہ توبہ کرنے کی ضرورت نہ ہو (یعنے پھر گناہ نہ کرے) حضرت عمرؓ نے اس کے معنے یہ فرمائے ہیں کہ ایسی توبہ کرے کہ اس کے بعد پھر گناہ نہ کرے ؂

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اگر ایسی توبہ کر دگے تو پھر کیا ہوگا ؂

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

پھر یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیگا۔ اور تم کو کسی اور کفارہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی اور شخص کا کفارہ کچھ کام نہیں آسکتا۔ تم خود اپنے اُوپر موت وارد کرلو یعنی گناہوں کو دیکھ کر ایسے نادم اور پریشان ہو کہ گویا موت ہی آگئی ہے تو یہی تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اگر اس طرح کی توبہ کر دگے تو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو مٹا دے۔ اور تم کو جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی لوگوں کو بہت غلطی لگی ہے وہ کہتے ہیں کہ زبان سے توبہ کرلی۔ اور سب گناہ معاف ہو گئے لیکن توبہ کے یہ معنے نہیں ہیں۔ توبہ کہتے ہیں۔ لوٹ آنے کو۔ یہ لفظ اوب سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں لوٹ آنا ... ... پس توبہ وہی قبول ہو سکتی ہے جسمیں انسان اپنے گناہوں کو ترک کرکے خدا تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے۔ اور اپنے نفس کی ہی نہیں بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرے۔ قرآن شریف میں تاب کے ساتھ عام طور پر اصلح کا بھی حکم ہے جس کے معنے ہیں اصلاح کرو۔ اصلاح دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اپنے نفس کی۔ دوسری دوسرے لوگوں کی۔ پس توبہ وہی قبول ہوگی جس میں انسان پہلے گناہ ترک کرے۔ پھر ان گناہوں کے جو اثرات دلپر ہو چکے ہیں ان کو دُور کرے۔ پھر دوسروں کو بھی گناہوں سے بچانے کی کوشش میں لگ جائے۔ صرف زبان سے کہدینا "میری توبہ میری توبہ" کافی نہیں ہو سکتا ؂

دیگر مذاہب والوں نے اسلام کی توبہ پر بڑے بڑے اعتراض کئے ہیں کہ اس سے گناہ بڑھتے ہیں اور گناہ کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ان کا غلط خیال ہے۔ اسلام کی توبہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ جب تک تمام بدیوں اور برائیوں سے اپنے آپ کو ہٹا نہ لیا جائے۔ اور اپنے نفس کو پاک کرنے کے علاوہ دوسروں کی اصلاح کی بھی کوشش نہ کی جائے اس وقت تک توبہ توبہ ہی نہیں۔ پس سب سے زیادہ مشکل اور پھر سب سے زیادہ مفید اور سچا علاج تو وہ توبہ ہی ہے جو اسلام نے بتائی ہے ؂

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ

اس دن اللہ تعالیٰ نہ اپنے نبی کو اور نہ اس کے ساتھ والوں کو رسوا کرے گا۔ کیونکہ اگر مومنوں سے کوئی غلطی ہوئی بھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ انکی سچی توبہ کی وجہ سے اسے معاف فرما چکا۔ اب انہیں کوئی باز پرس نہ ہوگی

تمام صحابہؓ پہلے مسلمان نہ تھے بعض ان میں سے پہلے شراب پیتے تھے۔ اور طرح طرح کے گناہوں میں مُبتلا تھے۔ تمام دنیا سے زیادہ بدیاں ملک عرب میں تھیں۔ ہندوستان کے شاعر تو خیالی معشوق کو مدّ نظر رکھ کر شعر بناتے ہیں لیکن عرب میں بڑے بڑے سرداروں کی بیویوں اور لڑکیوں کے نام لے کر اپنے عشق کا اظہار کیا جاتا تھا۔ اہل عرب میں بعض نیک صفات بھی تھیں۔ مثلاً مُسافروں کے ساتھ وفادار اور مہمان نواز تھے۔ لیکن اور بہت سی برائیاں بھی تھیں جنھوں نے انکی نیکیوں کو چھپایا ہُوا تھا۔ پھر باوجود اس کے جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو ایسی تبدیلی کی کہ اگر کوئی شخص جس نے ان کو پہلی حالت میں دیکھا ہو اس وقت دیکھتا تو ہرگز نہ پہچان سکتا۔ یہ صحابہ عرب کے لوگوں سے ہی نکلکر آئے تھے لیکن اُنھوں نے اپنے نفسوں پر موت وارد کی۔ اس لئے خدا نے اُنکے گناہوں کو ڈھانپ دیا۔ اور انکو ہر ایک قسم کی عزت اور توقیر عطاء فرمائی ؂

نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

وہ ایسے دلیر اور بہادر ہو گئے۔ کہ کسی طرح سے کسی سے نہیں رُک سکتے تھے۔ دشمن جمع ہو کر ان کے راستے میں روکیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

(جو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح والمہدی نے یکم مئی ۱۹۱۴ء کو دیا) یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ الخ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بہت لوگ دُنیا میں اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ وہ انصاف سے کام نہیں کرتے۔ جہاں کہیں اُن کا معاملہ کسی سے پڑتا ہے۔ اُنکی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ دُوسرے کی چیز ہم لے لیں یہ لوگ معاہدات کی پابندی نہیں کرتے۔ حالانکہ بڑے شرم کی بات ہے کہ جب ایک بات پر معاہدہ ہو جائے تو اس سے یہ امید رکھی جاوے کہ اُس کو زید تو پورا کرے اور میں نہ کروں اور کسی کا نقصان ہو تو ہو۔ لیکن مجھے ضرور ہی فائدہ پہنچ جائے۔

تاجر لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز کی قیمت تو پوری لیں لیکن چیز گندی اور خراب دیں۔ اِدھر خریداروں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم قیمت تو تھوڑی دیں لیکن مال اچھا لیں۔ خواہ تاجر گھر ہی ڈال کر دے۔ نوکر چاہتا ہے۔ کہ میں محنت کم کروں لیکن تنخواہ زیادہ پاؤں۔ اور آقا چاہتا ہے کہ کام پورا لوں لیکن تنخواہ بہت کم دُوں غرضیکہ ہر ایک آدمی اپنے معاملہ میں دوسرے کا نقصان ہی کرنا چاہتا۔ لیکن یہ نہیں چاہتا۔ کہ کسی اور کو بھی کوئی فائدہ پہونچ سکے بعض دفعہ ہر دو فریق ایک دُوسرے کو نقصان پہنچاتے ہوئے خود نقصان اُٹھا لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مَیں نے سُنا۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ایک بزاز سے کپڑا خریدا جب وُہ خرید کر چلا گیا۔ تو فروخت کرنے والے شخص کو معلوم ہوا۔ کہ اس کپڑے میں تو نقص تھا۔ کیڑے نے اس کو ناکارہ کر دیا ہوا تھا۔ اسکو خوفِ خدا آیا۔ کہ مَیں نے مُسافر سے دھوکا کیا ہے۔ وُہ ایک قافلے کا آدمی تھا۔ قافلہ چلا گیا۔ تاجر اس کے پیچھے گیا۔ اور دو تین منزلوں پر جا کر اُس سے ملا اور کہا۔ کہ میرا دل گھبرا گیا ہے۔ کیونکہ میں نے تمکو دھوکا دیا۔ تم اپنا روپیہ واپس لے لو۔ اور کپڑا مجھے دیدو۔ اُس نے کہا۔ کہ تو نے ہی دھوکا نہیں دیا۔ مَیں نے بھی کیا ہے۔ جتنے روپے مینے تمکو دیئے تھے۔ وُہ سب کھوٹے تھے۔ مجھے تو نفع ہی رہا تھا۔

لوگوں سے تو دھوکا کیا ہی جاتا ہے۔ لیکن آدمی اللہ کو بھی دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ آدمی دھوکا کھا جاتا ہے۔ لیکن تعجب اور حیرت اس بات پر ہے کہ انسان خدا کو بھی دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اور پھر عجیب در عجیب فریب کرتے ہیں۔ خدا کے ساتھ جو معاہدہ ہے اُسکو تو پُورا نہیں کرتے۔ لیکن یہ امید رکھتے ہیں کہ خدا ہم سے اپنے عہد کو پورا کرے یہ کہتے ہیں کہ ہمنے چونکہ مسلمان کہلا لیا۔ پس خدا ہم کو مسلمان سمجھ لیگا خواہ ہم میں کیسا ہی بغض کینہ۔ دشمنی اور بُرائیاں کیوں نہ ہوں اور خدا ہم سے مُسلمانوں والا سلوک کریگا۔ اور دھوکا کھا جائیگا لیکن انہیں معلوم نہیں کہ وہ عالم الغیب ہے۔ انسان دھوکا کھا سکتا ہے۔ دوکاندار خریدار کو دھوکا دے سکتا ہے۔ نوکر آقا کو دھوکا دے سکتا ہے۔ اور آقا نوکر کے ساتھ دغابازی کر سکتا ہے لیکن خدا دھوکا نہیں کھا سکتا کیونکہ وُہ تو انسان کی ہر ایک کمزوری کو خوب جانتا ہے۔ اور پوشیدہ بھیدوں اور ارادوں سے بھی خوب واقف ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان عبادت کرتا ہے۔ لیکن خدا کی درگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ روزے رکھتا ہے۔ لیکن خدا کے حضور قبول نہیں کیئے جاتے۔ بیسیوں نیکی کے کام کرتا ہے لیکن رد کیئے جاتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ خدا انسان کی نیتوں۔ اور اندرونی رازوں کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِن باتوں سے کام نہیں بن سکتا۔ میں اُسوقت اپنے وعدے پُورے کروں گا۔ جبکہ تم بھی اپنے وعدے پورے کروگے جب تم راستباز بن جاؤگے۔ گناہوں کو چھوڑ دوگے فسق و فجور سے قطع تعلق کر لوگے بغض و کینہ سے اپنے سینوں کو صاف کر لوگے اور اللہ کے فرمانبردار ہو جاؤگے۔ تب تم سچے مُسلمان بنوگے اور پھر تم سے وعدے پورے کیے جائیں گے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل سے ہم نے وعدے پورے کیے۔ تاریخ میں بنی اسرائیل کے حالات پڑھ کر رشک آتا ہے کہ چار چار سو نبی ایک زمانہ میں پیدا ہوئے۔ کیا ہی محبت اور پیار کے دن ہونگے۔ نبیوں کی صحبتیں۔ اور کثرت سے اولیا کی صحبتیں کیا ہی مزا دیتی ہونگی۔ خدا تعالیٰ کے پاس پُہنچنے کے رستے کھلے ہوئے ہونگے لیکن جب اُنھوں نے اپنے عہدوں کو پورا کرنا چھوڑ دیا تو تباہ و برباد ہو گئے۔

مُسلمانوں سے وعدے

یہودیوں سے بہت بڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ خداوند تعالےٰ کے وعدے تھے اور اسجگہ اس آیت کا ذکر اس لیے ہے کہ تم میری نعمتوں کو یاد کرو۔ یہ وہی وعدے ہیں۔ جو بنی اسرائیل سے کیے گئے۔ تم بھی میری نعمتوں کو دیکھ کر اپنے معاہدات کو پورا کرو۔ پھر میں بھی اپنے معاہدوں کو پورا کروں گا۔ کیا میں نے بنی اسرائیل سے پُورے نہیں کیے تھے۔ تم ان نعمتوں کو دیکھ سکتے ہو۔ جو ان پر ہوئیں۔ اب بھی میں ایسا ہی کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اپنے آپ کو اس قابل بناؤ۔ میں پھر وعدے پُورے کروں گا۔

مُسلمان اور انعام

مُسلمانوں کے پاس یہودیوں سے بہت زیادہ ملک تھے چین۔ افغانستان بلوچستان ایران۔ ترکستان۔ آرمینیا یورپ کا بہت بڑا حصہ افریقہ۔ عرب یہ ملک مسلمانوں کے پاس ان سے زاید تھے۔ پھر مُسلمانوں کو نبی دیا تو ایسا دیا کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ لو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی۔ اگر موسےٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو انھیں میری ہی پیروی کرنی پڑتی۔ پھر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ایسے عالی مرتبہ اولیاء بھیجے۔ جو بڑی شان رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل میں تو چار چار سو نبی ایک زمانہ میں ہوتے تھے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایک ایک شہر میں چار چار سو ولی ہوئے اور اس حدیث میں یہ بتایا۔ کہ گو کسی مصلحت سے ان کا نام نبی نہ رکھا جائے۔ لیکن وُہ نبیوں کی برکات والے ہونگے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہٗ کے چار سو شاگرد ایک شہر میں رہتے تھے۔ دُنیا کی کوئی حکومت اور طاقت رسول کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور کسی میں طاقت نہ تھی۔ کہ وُہ مُسلمانوں سے لڑے۔ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائی کے وقت ایک عیسائی بادشاہ نے حملہ کرنا چاہا۔ تو امیر معاویہ نے اُس کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر کوئی لڑائی کے لیے آیا۔ تو علیؓ کی طرف سے جو پہلا جرنیل نکلے گا۔ وہ مُعاویہ ہوگا۔ ایک پادری نے بادشاہ کو سمجھانے کے لیے دو کتے منگوائے اور اُن کو بھوکا رکھا پھر ایک گوشت کا لوتھڑا منگوا کر اس پران کو چھوڑ دیا۔ اور ایک بھیڑیا بھی چھوڑا۔ تو وہ دونوں کتے اکٹھے اس بھیڑیئے پر حملہ آور ہوئے۔

اُس نے کہا کہ یہی مثال مُسلمانوں کی ہے۔ یہ اگرچہ آپس میں لڑتے ہیں لیکن کسی کے مقابلہ میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اس پادری نے یہ مثال تعصب اور عداوت کی وجہ سے گندی دی لیکن اصل میں یہ واقعہ سچا تھا۔ اب مُسلمانوں کی حکومتیں کہاں ہیں۔ اور جو بے نام و نشان ہیں بھی اُن کو دُوسری سلطنتیں مردے کے ترکہ کی طرح بانٹ رہی ہیں۔ اور مُسلمانوں کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ کیوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے یہودیوں کی طرح عہد شکنی کی ہے۔

اب تم نے بھی عہد باندھا ہے۔ اس لیے خدا کی طرف سے یہ پیغام تمہارے لیئے ہے کہ تم سے پہلی قوم صحابہ نے اپنے عہدوں کو پورا کیا۔ تم ان کی نعمتوں کو یاد کرو۔ اور خدا کے عہدوں کو پُورا کرو۔ وُہ تمہارے ساتھ بھی یہ عہد پُورے کریگا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ پس تم بیعت کے اقراروں کو پورا کرو۔ خدا (اوف بعھدکم) بھی پورا کردے گا۔ پس کسی سے نہ ڈرو۔ بے جا ڈر رکھنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فرھبون اللہ تعالیٰ سے ڈر دل میں رکھ کر کسی حکومت سلطنت اور دشمن کا ڈر نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہاں سلطنت کی فرمانبرداری صدق دل سے کرو۔ مگر یہ

فرمانبرداری اس لیے کرو۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ اپنے حاکموں کی فرمانبرداری کرو اللہ فرماتا ہے۔ کہ پھر میں وہی وعدے پورے کروں گا مسلمانوں کی کیسی شان و شوکت تھی اگر کوئی جاہل انسان بھی ان حالات کو سنے۔ تو اسے شوق آجاتا ہے۔ کہ کاش میں بھی اس وقت ہوتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب بھی روک کوئی نہیں۔ اب تم وعدوں کو پورا کرو میں اس وقت بھی وہی کر سکتا ہوں۔ وعدے کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) اپنے مطلب کے لیے وعدے کیے جاتے ہیں۔ لیکن بعد میں نیت بدل جاتی ہے۔ (۲) بعض وعدے تو سچے دل سے کیے جاتے ہیں لیکن مشکلات کی وجہ سے ان پر قائم نہیں رہا جا سکتا۔ (۳) وعدہ تو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن اس کے پورا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی لیکن خدا ان سب کمزوریوں سے پاک ہے۔ اللہ کی نہ نیت بدلتی ہے نہ وہ کمزور ہے۔ نہ اُس کے سامنے کوئی روک آسکتی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی نقص کو منسوب کرنا ہی جہالت ہے تعجب ایسی ہستی وعدہ کرے تو اس کے پورا ہونے میں کونسا شک و شبہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرو۔ اس سے جو وعدہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کا کیا ہے اُس کو پورا کرو۔ اسلام کے حکموں پر چلو۔ تم نے ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ عہد کیا ہے۔ یہ عام مشہور ہے کہ پہلی اور دُوسری دفعہ تو گناہ معاف ہو سکتا ہے لیکن تیسری دفعہ معاف نہیں کیا جاتا۔ اپنے اندر ہوشیاری پیدا کرو۔ غفلت اور سُستی کو چھوڑ دو۔ دُنیا میں ایک بہادر سپاہی کی طرح رہو۔ ساری دُنیا کی طاقتیں ملکر بھی تمہیں مٹا نہیں سکتیں۔ عزت اور شان و شوکت مومن کی غلام ہے۔ جب کوئی خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ تو یہ ہاتھ باندھ کر آجاتی ہے۔ اللہ کے عہدوں کو پورا کرو تاکہ وہ اپنے انعاموں کا دروازہ تم پر کھولے

دُعاء خدا تمھیں دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ تاکہ تم اپنے عہدوں کو پورا کر سکو +

ضرورت ہے۔ احباب الفضل کے [illegible]

رہیگی شورشِ ہنگامۂ لاہوریاں کب تک؟

"پیغام صُلح کا ایک پرچہ میری نظر سے گذرا۔ اِس میں خاندان نبوت کو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے۔ کہیں تو اہلِ بیت کو بڑوں سے چھوٹا ہونے کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ کہیں صدقات سے پلنے والے بنایا ہے۔ بازی بازی بار یشِ بابا ہم بازی .... ان ہفوات کو پڑھکر میرا دِل جلا۔ اور اپنے دِلی خیالات کو مندرجہ ذیل نظم میں قلمبند کیا:-

رہے گا گلشنِ دین پر یہ حسرت کا سماں کب تک
کمر بستہ پئے ایذاء گروہِ دُشمنان کب تک

سنو اے جاہ طلبو بڑھ چلے ہو حد سے کیوں اتنا
اُڑائی جائیں گی انصارِ دیں کی پھبتیاں کب تک

بھلا کب تک بناؤ گے تم اہلِ بیت کو چھوٹا۔
کہو گے پاک ذرّیت کو اب محتاجِ ناں کب تک

ارے یہ نورِ چشمِ حضرتِ اقدس کی بے ادبی
ہلاکت سے بچائیں گی تمھیں یہ شوخیاں کب تک

رہے گی تابہ کے فضلِ عمرؓ سے تم کو بیزاری
جگر گوشہ پہ احمدؑ کے چلیں گی برچھیاں کب تک

یہ وُہ ہیرا ہے معدن سے نبوت کی جو نکلا ہے
کرو گے کور چشمی سے اسے چھوٹا بیاں کب تک

کرو گے چشمۂ اصفائے دین کو کب تلک گدلا
ملائے جاؤ گے تم دشمنوں کی ہاں میں ہاں کب تک

کرو گے تابہ کے خوش دشمنانِ دیں کو نادانو!
رکھیں گے احمدی تم پر اخوت کا گماں کب تک

پیامِ صُلح میں کب تک پیامِ جنگ آئیں گے
اُڑاؤ گے قبائے دین کی یوں دھجیاں کب تک

رہو گے تابہ کے معروفِ مشقِ ناوک اندازی
چلائے جاؤ گے او ظالمو! تیغِ زباں کب تک

یہ انبوہِ شغالاں چھوڑ دے شوخی تو بہتر ہے
رہے گا چُپکے یُوں بیٹھا بھلا شیر ژیاں کب تک

گرے گی برق غیرت خرمنِ ہستی پہ اعداء کے
کرے گا میرزا محمود اب ضبطِ فغاں کب تک

اولوالعزمی دکھلائے گا خدا محمود احمد کی۔
رہے گا گرد میں یہ شاہسوارِ آخرزماں کب تک

دکھائے گا خدا خود ایک دن چمکار کو اپنی
رہے گا مطلعِ دین پر یہ ظلمت کا دھواں کب تک

"غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے"
رہے گی شورشِ ہنگامۂ لاہوریاں کب تک۔

تراب الاقدام خاکسار اللہ دتہ احمدی
سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول رام نگر ضلع گوجرانوالہ $\frac{6}{14}$

مکتوب صادق

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرشدنا و مہدینا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گھوسی میں دو دن جلسہ ہوا۔ چار تقریریں ہوئیں آریاؤں کا اثر زائل ہوا تبلیغ اسلام سلسلۂ احمدیہ بھی ہوئی گھوسی کے قریب ایک گاؤں کوپاگنج نام ہے۔ یہاں بھی آریاؤں کا زور تھا اس واسطے یہاں کے مسلمانوں کے اصرار سے ہم ایک روز کے واسطے یہاں آئے ہیں اور تقریریں کیں۔ کل انشاء اللہ بنارس پہنچیں گے ایک شب وہاں ٹھہریں گے۔ اور خلافت کے متعلق وہاں کے لوگوں کو پھر سمجھایا گیا۔ دو تین آدمی اٹکے ہوئے ہیں باقی بیعت کر چکے +

(محمد صادق۔ کوپاگنج۔ اعظم گڈھ)

رجوع

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- میری جو تحریریں پیغام لاہور مورخہ ۲۳- اپریل میں چھپی ہیں۔ اِس سے جو غلط فہمی پھیلتی ہے۔ اس پر مجھے سخت افسوس ہے۔ جو واقعات مینے لکھے ہیں اُن سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نذر کا روپیہ اپنی ضرورتوں پر مطلقاً خرچ نہیں کرتے تھے اور میرا یہ لکھ دینا۔ کہ میں ہرگز سُننا نہیں چاہتا۔ کہ کبھی حضور ممدوح اپنے ذاتی خرچ میں نذر کا روپیہ لائے ہوں۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے استفسار سے زائد اور لاعلمی و بے خبری پر مبنی تھا میری شہادت کے بعد مجھ کو ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حضور خلیفۃ المسیح نذر کا روپیہ اپنے ذاتی مصارف میں بھی لے آتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادہ صاحب کے مکان پر بھی یہ روپیہ خرچ فرمایا +

(بندہ نور محمد بقلم خود۔ ملازم دفتر میگزین)

افسوسناک کاروائی

ہمیں بہت افسوس ہے کہ فاضل مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی لاہوری احباب احمدیہ بلڈنگس نے ہتک روا رکھی ہے اور حضرت خلیفۂ اوّل کے تقرر کی کچھ پروا نہ کرکے انھیں جمعہ وغیرہ کے پڑھانے سے مانع ہیں اور اپنے مرشد کے احکام کو پاؤں تلے روند رہے ہیں اور نہ کثیر حصہ مقتدیان کی خواہشات کی پروا کرتے ہیں کیا لاہور کی احمدیہ مسجد آئندہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ کی مسجد کہلائیگی؟

کیا بیسویں حصہ نے بیعت کی ہے؟

ہم کئی بار بتا چکے ہیں ۹۸ فیصدی بیعت کر چکے ہیں۔ مگر پیغام میں چھپتا ہے کہ بیسویں حصہ نے بیعت کی ہے باقی ۱۹/۲۰ حصہ غیر مبایعین کا ہے تعجب کی بات ہے کہ پونے چار لاکھ کے صرف بیس پچیس قائم مقام لاہور میں ۳- مئی کو جمع ہوئے اور ۵۹ ممبر ہو سکے اور وہ ہیں بھی سیالکوٹ وزیر آباد۔ راولپنڈی جہلم۔ امرت سر کے جہاں کے تمام احمدی بھی اتنے لاکھ نہیں۔ کیا تمام احمدی انہی مقاموں میں رہتے ہیں۔ ہم نے کہا تھا آپ پانچ ہزار بیعت نہ کرنیوالوں کی فہرست ہی شائع کر دیں۔؟

ناظرین الفضل۔ خریدار بڑھانے کی طرف توجہ کریں (مینیجر)

(ضیاء الاسلام قادیان)